قسم ہا قسم کے ابتلاؤں میں کامیاب ہوئے بغیر انسان رضائے الٰہی کی جنتوں میں داخل نہیں ہوسکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ عاجزانہ دعاؤں اور التجاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معجزانہ نصرت طلب کریں۔

☆ قضاء وقدر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لینا چاہتا ہے۔

☆ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عزت نہ ملے تم حقیقی معنی میں معزز کہلانے کے مستحق نہیں۔

☆ باساء اور ضراء اور زلازل اس لئے آتے ہیں تا کہ تم دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکو۔

☆ دعاؤں کے بغیر انسان کی کوئی زندگی نہیں اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کرو۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ○ (البقرہ: ۲۱۵)

اس کے بعد فرمایا:۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کو تم اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک ایک مضبوط اور زندہ ایمان پر تم قائم نہ ہو جاؤ ایسا ایمان جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی معجزانہ نصرتوں کو اس کا عاجز بندہ مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معجزانہ نصرت اس وقت اور صرف ان لوگوں کو ملا کرتی ہے جو اپنے ربّ کے ساتھ ایک زندہ تعلق پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی محبت میں اور اس کے عشق میں اپنے رات دن گزارتے ہیں اس محبت کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے وہ عاجزانہ دعاؤں اور التجاؤں کا راستہ ہے ان عاشقانہ التجاؤں کے ساتھ ایک بندہ اپنی محبت کا اظہار کرتا اور اپنے ربّ کی محبت کو جذب کرتا ہے اور دعا کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس پر ایک موت وارد ہو رہی ہے پس وہ موت کی سی کیفیت پیدا کر کے اپنے ربّ کے حضور جھکتا ہے اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے اور صرف اسی کی یاد اس کے دل اور اس کے دماغ کو معطر کر رہی ہوتی ہے۔

عاجزانہ دعاؤں کے وقت موت کی سی کیفیت صرف اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کے سامان پیدا کئے جائیں اور وہ سامان بَاْسَآءُ اور ضَرَّاءُ اور زُلْزِلُوْا ہیں۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ تمہیں تکالیف میں ڈالنا ہمارا مقصد نہیں

بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مخالفوں کے ابتلاء اور قضاء وقدر کے ابتلاء اور احکام واوامر کے امتحان بندہ کے لئے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں کہ تا اللہ کا ایک بندہ اپنے ربّ کی طرف جھکے اور بار بار جھکے اور ان عاشقانہ التجاؤں اور عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اسے قربِ الٰہی حاصل ہو اور اس کے اندر حقیقی روحانیت پیدا ہو جائے اور ایک زندہ تعلق اس کا اپنے ربّ کے ساتھ قائم ہو جائے جس کے نتیجہ میں مصائب وشدائد اور ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے معجزانہ نصرت اور تائید کے نشانات اسے دکھائے اور اس طرح پر اس کے ایمان کو زندہ اور مضبوط کرے۔ اس آیت کے معنی جو تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان کئے ہیں یہ ہیں کہ

’’کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اس کے کہ ابھی تم پر ان لوگوں کی (سی تکلیف کی حالت) نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے انہیں تنگی (بھی) پہنچی اور تکلیف (بھی) اور انہیں خوف دلایا گیا تا کہ (اس وقت کا) رسول اور اس کے ساتھ (کے) ایمان والے کہہ اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی یاد رکھو اللہ کی مدد ’’یقیناً قریب ہے‘‘ یعنی وہ کہہ اٹھیں کہ ہمارے پیارے ربّ ہم تیری مدد کے، تیری نصرت اور تائید کے اور محبت کے سلوک کے منتظر ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فعل سے یہ شہادت دے گا کہ ایسے لوگوں کے قریب ہی اس کی مدد ہے یعنی انہیں اس کی مدد فوراً پہنچ جاتی ہے‘‘۔

بَاْسَآءُ، ضَرَّآءُ اور زُلْزِلُوْا تین الفاظ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان تکالیف اور مصائب کے متعلق استعمال کئے ہیں۔

باساء کے معنی (مفردات) میں اَلشِّدَّةُ وَالْمَكْرُوْهُ یعنی مصائب اور شدائد کے آئے ہیں پھر وہ چیز جسے انسان کا نفس پسند نہیں کرتا اور وہ چیز جو اس امر پر گراں ہوتی ہے اس کو بھی باساء کہتے ہیں اور تنگ دستی کو بھی باساء کہتے ہیں۔

الضَّرَّآءُ کے معنی سُوْءُ الْحَالِ یعنی بُرے حال کے ہیں یہ لفظ عربی زبان میں اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی کو کہنا ہو کہ اس کا تو برا حال ہے نہ اس کے پاس علم ہے نہ فضل ہے اور نہ وہ اخلاق فاضلہ رکھتا ہے پس دشمن ان کو ایسا سمجھتے اور ایسا مشہور کرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ پھر انسان کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے بھی ضَرَّآءُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں کہ

اس کے پاس مال کی کمی ہے دنیوی عزت اور دنیوی وجاہت کی کمی ہے (مفرادت) منجد میں الضَّرَّآءُ کے معنی النَّقْصُ فِی الْاَنْفُسِ وَالْاَمْوَالِ یعنی جانی اور مالی نقصان کے بھی کئے گئے ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص ضراء میں مبتلا ہو وہ بے کسی اور کسمپرسی کی حالت میں ہوتا ہے۔

وَزُلْزِلُوْا زُلْزِلَ کا لفظ اگر زمین کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی ہیں جھٹکے لگے اور بعض دفعہ زلزلہ میں زمین کو تہ و بالا بھی کر دیا جاتا ہے۔ جب انسان کے متعلق یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں خُوِّفَ وَ حُذِّرَ یَاأُزْعِزِعَ مِنَ الرُّعْبِ۔ یعنی بڑا خوف اس کے دل میں پیدا کیا گیا اور اس کو ڈرایا گیا۔

اس آیت میں یہ تین الفاظ صرف مخالفین کی طرف اشارہ نہیں کر رہے بلکہ ہر سہ تکالیف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی وہ تکلیف (بَاْسَاءُ ضَرَّآءُ اور زُلْزِلَه) جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے مخالف انہیں پہنچاتے ہیں اور دوسرے وہ تکلیف جو اللہ تعالیٰ اپنی قضا و قدر کے نتیجہ میں انہیں پہنچاتا ہے تا کہ ان کا امتحان لے۔ تیسرے وہ تکالیف اور تنگیاں جو انسان خود اپنے نفس پر ڈالتا ہے یہ تینوں قسم کی تکالیف ان تینوں لفظوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے (جب جہاد کی شرائط پوری ہوں) تلوار کے جہاد کا حکم دیا ہے کہ تم اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور میدان مقابلہ اور میدان جنگ میں جا اُترو اور وہ ایسا موقعہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے نَقْصٌ فِی الْاَنْفُسِ یعنی جانوں کا نقصان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور بہت سے ان میں خدا کی راہ میں شہید بھی ہو جاتے ہیں اور شہید ہوتے رہے ہیں وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث ہوتے رہے ہیں اور دنیا کے لئے بھی ان کا وجود ایک نعمت بنتا رہا ہے تو یہ دنیوی لحاظ سے ایک تکلیف ہے جو انسان اپنے نفس پر ڈالتا ہے جسے انسان اپنے ربّ کی رضا کو حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کو پہنچاتا ہے یا مثلاً بھوکا رہنا ہے بھوک تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے انسان کا جسم اپنے نفس کو یہ کہتا ہے کہ مجھے کھانے کو کچھ دو تا میری کمزوری دور ہو جائے اور جو اجزاء جسم سے خارج ہو گئے ہیں یا مر گئے ہیں ان کی جگہ زندہ اجزاء لے لیں غرض بھوک ایک ایسی تکلیف ہے جو یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ ہمارے جسموں میں ایک کمزوری واقع ہو رہی ہے اور اس کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ اگر انسان اپنی اس کمزوری اور ضرورت کی طرف ایک لمبا عرصہ متوجہ نہ ہو تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ لوگ دنیا کو ڈرانے کے لئے بھی تو بھوک

ہڑتال کرتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی پچ کی وجہ سے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں اس میں ان کی جان اسی لئے ضائع ہوتی ہے کہ جسم کی ضرورت کو پورا نہیں کیا جاتا جسم ان کو کہتا ہے میری ضرورت کو پورا کرو مگر وہ کہتے ہیں ہم بڑے ضدی آدمی ہیں ہم تمہاری ضرورت کو پورا نہیں کریں گے اس طرح وہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ایک تکلیف بھوک کی وہ ہے جو انسان خدا کے لئے برداشت کرتا ہے اور اس کے بہت سے مواقع ہیں صرف رمضان ہی اس کا موقعہ نہیں مثلاً ایک دفعہ جہاد کے موقعہ پر راشن کم ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے ہر شخص کے پاس جو کھانے کی اشیاء تھیں وہ ایک جگہ جمع کر لیں اور پھر وہ تھوڑی تھوڑی کر کے فوج میں تقسیم کرنا شروع کیں تا ہر ایک کو حصہ رسدی کچھ نہ کچھ پہنچ جائے کیونکہ آپ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کے معاشرہ میں دنیا یہ نظارہ دیکھے کہ ایسے ابتلاء کے وقت بعض لوگوں نے تو اپنے پیٹ بھر لئے اور بعض کو کچھ بھی نہ ملا اور وہ بھوکے مر گئے گویا ان مواقع پر راشن کو کم کر دیا گیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ انہیں اتنا بھی دے دیتا تھا اور پھر جو دیتا تھا اس میں اتنی برکت ڈال دیتا تھا اس تھوڑی سی غذا کی وجہ سے ان پر موت وارد نہیں ہوئی یا انہیں کوئی مستقل جسمانی نقصان نہیں پہنچا لیکن خدا کے لئے بھوک کی تکلیف انہوں نے برداشت کی۔

یہ تو اجتماعی رنگ تھا بعض دفعہ انفرادی طور پر بھی انسان اپنے کھانے کا ایک حصہ دوسرے کو دے دیتا ہے۔ مثلاً ایسے وقت میں کوئی مہمان آ جاتا ہے کہ اس کے لئے زائد کھانا پکانا مشکل ہوتا ہے یا ایسا کرنا تکلف میں شامل ہوتا ہے تو گھر والے نصف کھانا کھا لیتے ہیں اور نصف اپنے مہمان کو دے دیتے ہیں پس یہ بھی بھوک کو برداشت کرنے کی ایک شکل ہے یا پھر رمضان ہے جو بھوکے رہنے کی قربانی کے اصول قائم کرنے کی بنیاد ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ پو پھٹنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھوکے رہو پیاسے رہو اور نفس کی بعض دوسری خواہشات کو بھی چھوڑ دو پس رمضان میں انسان اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

بعض دفعہ انسان اپنی مرضی سے اپنے ربّ کی خوشنودی کے حصول کے لئے دوسری تکالیف بھی برداشت کرتا ہے۔ مثلاً وہ سردی کی تکلیف برداشت کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ مجھ سے بڑی عمر کا ایک شخص ہے اس کے پاس کپڑے کافی نہیں ہیں اور شدت سردی کی وجہ سے اسے تکلیف ہو رہی ہے وہ سوچتا ہے کہ اس بوڑھے کی تکلیف میری تکلیف سے زیادہ ہے اگر میں اپنے کپڑے اس کو دے دوں تو جو تکلیف

مجھے پہنچے گی وہ اس کی تکلیف سے کم ہوگی چنانچہ اس کا دل جو اپنے ربّ کا عاشق ہوتا ہے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اللہ کے دو بندوں میں سے جس کو کم تکلیف پہنچے اس کو وہ تکلیف برداشت کر لینی چاہئے اور جس کو زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہو اس کی تکلیف دور کر دینی چاہئے پس وہ اپنے کپڑے اپنے بھائی کو دے دیتا ہے اور خود سردی کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے سینکڑوں حکم ہیں اور ان میں سے ہر حکم ہم سے ایک قربانی چاہتا ہے تبھی تو اس کا بدلہ اور جزا ملتی ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قربانی چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس کے نتیجہ میں تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے وہ تکلیف جسمانی ہو جذباتی ہو یا کسی عادت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہو وغیرہ وغیرہ۔

تکالیف کی بھی سینکڑوں قسمیں ہیں اور احکام و نواہی بھی سینکڑوں ہیں اور ہر حکم اور ہر نہی جو قرآنِ عظیم میں بیان ہوئی ہے جب ہم اس پر عمل کرتے ہیں تو ہم ایک قربانی دے رہے ہوتے ہیں ہم ایک تکلیف اپنے نفس پر ڈال رہے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ خدا کے لئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔

غرض یہاں اللہ تعالیٰ نے ہر سہ قسم کے مصائب اور شدائد اور تکالیف کا ذکر کیا ہے پھر آگے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں یعنی وہ باساء جو مخالف کی طرف سے آتی ہے یا قضاء و قدر کے نتیجہ میں آتی ہے یا وہ تنگدستی جس میں انسان اپنے آپ کو خود ڈال لیتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو غریب کر لیتا ہے یعنی ایک تو وہ ہے جس کی فصل ماری گئی ہے اور غریب ہو گیا ہے اور ایک وہ تھا جو اپنے گھر کا اپنا سارا اثاثہ لے آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا۔ ابوبکرؓ بھی تو بظاہر فقیر ہو گئے تھے تنگ دستی ان پر بھی آ گئی تھی لیکن وہ تنگ دستی رضا کارانہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے تھی پس ایک تنگ دستی وہ ہے جو مخالف کے فعل کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے مسلمانوں نے قریباً اپنے سارے اموال وہاں چھوڑ دئے اس کے نتیجہ میں وہ تنگ دست ہو گئے اور وہ جو بہت مال دار تھے وہ بھی ہجرت کی وجہ سے غریب ہو گئے ان کو اللہ تعالیٰ نے غیرت بھی عطا کی تھی مدینہ میں آئے تو انہوں نے کہا ہم نے خدا کے لئے مال چھوڑا ہے پھر کسی آدمی کے آگے ہاتھ پھیلانے کا کیا مطلب ان میں سے بعض نے کلہاڑا لیا جنگل کی طرف نکل گئے اور لکڑیاں کاٹ لائے اور اس طرح انہوں نے اپنا پیٹ پالنا شروع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں بڑی برکت دی بہر حال وہ

رضا کارانہ طور پر اپنے تمام اموال خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار تھے اور عملاً انہوں نے چھوڑ بھی دیئے۔ یہ ایک تنگ دستی ہے جو دشمن کے عناد کے نتیجہ میں ان پر آئی اگر مکہ والے ان کے لئے ایسے حالات پیدا نہ کر دیتے تو ان کو اپنے اموال نہ چھوڑنے پڑتے پھر قضاء وقدر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لینا چاہتا ہے اور تنگ دستی پیدا کرتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ احتیاج کے وقت تم اپنے ربّ کی طرف جھکتے ہو یا انسان کی طرف جھکتے ہو ناجائز طریق سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو یا مانگتے ہو جو ناپسندیدہ ہے یا اپنے ربّ پر توکل رکھتے ہو اور مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ تم یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے رزق میں ان راہوں سے برکت پہنچائے گا کہ جن کا وہم وگمان بھی تم نہیں کر سکتے تمہارے ذہن میں وہ بات آ ہی نہیں سکتی۔

غرض یہاں ہر قسم کی تکالیف اور مصائب اور شدائد کا بیان ہے یعنی ان تکالیف مصائب اور شدائد کا بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے امتحان کے لئے نازل کی جاتی ہیں اور ان کا بھی جو مخالفوں کی مخالفت کے نتیجہ میں انسان پر آتی ہیں اور ان کا بھی جو انسان اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتے ہوئے خود اپنے لئے پیدا کر لیتا ہے اور جن کی بعض مثالیں میں نے اس وقت دی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ ہر سہ قسم کے شدائد اور مصائب اور تنگ دستیوں میں اور باساء میں تمہیں مبتلا کیا جائے گا اور پھر فرمایا کہ ہم تمہاری ظاہری حالت ایسی کر دیں گے کہ تمہیں غریب پا کر اور تمہیں دنیوی عزتوں سے ننگا پا کر دنیا تمہاری بے عزتی کے لئے تیار ہو جائے گی اور تمہیں ضَرَّاء میں مبتلا کر دیا جائے گا اور ہر سہ قسم کی ضَرَّاء تمہیں پہنچیں گی یعنی تمہارا مخالف تمہیں مالی نقصان پہنچائے گا اور تمہاری بے عزتی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ تمہاری عزت میں فرق آ جائے اور تم خود اپنے نفس کو پہچانتے ہوئے اسے عاجزی اور کم مائیگی کے مقام پر لا کھڑا کر دو گے۔ تمہیں ضَرَّاء پہنچے گی یعنی تم خود یہ جاننے اور پہچاننے لگو گے کہ تمہاری کوئی عزت نہیں۔

ساری عزتیں خدا کی ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عزت نہ ملے تم حقیقی معنی میں معزز کہلانے کے مستحق نہیں ہو تو ہر سہ قسم کے ابتلاء ضَرَّاء کے میدان میں بھی تمہیں دیکھنے پڑیں گے اور پھر خوف کی حالت طاری ہو گی کبھی دشمنوں کی دشمنی کے نتیجہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (الاحزاب:۱۲)

یہ زلزلہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے دشمنوں کا پیدا کردہ تھا یعنی جنگ احزاب کے موقع پر عرب کے سارے قبائل اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ظاہری سامانوں کو دیکھتے ہوئے ان کا بچ جانا اور ہلاکت سے محفوظ رہنا بظاہر ناممکن تھا اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبیعتوں میں طبعاً خوف کی حالت پیدا ہوئی لیکن ان کی روحانی تربیت کے نتیجہ میں اس خوف کی حالت میں وہ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں ان کو نظر آ رہا تھا کہ حالات ایسے ہیں کہ دنیا ہمیں بچا نہیں سکتی لیکن ہم اپنے ربّ کو پہچانتے ہیں اور اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمارا ربّ صرف ہمارا ربّ ہمیں بچا سکتا ہے اس لئے وہ اس کی طرف جھکے اور انہوں نے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور اس قبولیت دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے کچھ پہلے بطور نعمت ذکر کیا یہ آیت هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ سورہ احزاب کی بارہویں آیت ہے اور دسویں آیت اس طرح شروع ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:۱۰)

جب مومنوں نے دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور اس طرح پر ان کے لئے اپنی نعمت اور فضل کے سامان پیدا کر دیئے اور ان کو محفوظ کر لیا ایسے حالات میں جب دنیا کا کوئی سہارا ان مسلمانوں کے لئے باقی نہیں رہا تھا وہ خوف زدہ کئے گئے تھے پھر انہوں نے اپنے ربّ کے حضور بڑی ہی عاجزی کے ساتھ جھک کر دعائیں کیں اور اس نعمت کو حاصل کیا۔ پس یہ خوف دشمنوں کا پیدا کردہ تھا۔ پھر بعض دفعہ قضا و قدر کا خوف ہوتا ہے ایک شخص کا سب سے پیارا بچہ بیمار ہو جاتا ہے اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ مر جائے گا اس کے بچنے کی امید نہیں یا ایک ماں ولادت کے وقت نو مہینے کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ آج اللہ تعالیٰ مجھے میری تکالیف کا بدلہ دینے والا ہے اور ایک اچھے خوبصورت اور صحت مند بچے کی شکل میں دینے والا ہے۔ لیکن اس وقت کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہر دو کی جان خطرے میں ہے اس لئے بچہ کو قربان کر کے ماں کی جان بچا لینی چاہئے اس وقت خود ماں بھی خدا کے حضور جھکتی ہے اور وہ جن کا تعلق اس کے ساتھ پیار اور محبت کا ہوتا ہے اور جن کے ساتھ اس کا

اخوت کا تعلق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں پیدا کی ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور خوف کی حالت کو بدل دیتا ہے ابھی چند ہفتے ہوئے لاہور سے ایک دوست کا خط آیا کہ میری بیوی کے کیس میں بڑی سخت پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہے اور ڈاکٹر امید نہیں دلا رہے آپ دعا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعائیں کیں اور میں نے بھی ان کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ عین ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس پیچیدگی کو دور کر دیا۔ چنانچہ اس دوست کی بیوی نے اسے بتایا کہ باوجود اس کے کہ پہلے اتنی سخت تکلیف تھی کہ ڈاکٹر ناامید تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جو عین وقت پر نازل ہوا مجھے معمولی درد بھی محسوس نہیں ہوئی اور میں ہائے ہائے صرف اس لئے کر رہی تھی کہ کہیں مجھے ان حاملہ عورتوں کی نظر نہ لگ جائے جو میرے ارد گرد بچوں کی پیدائش کا انتظار کر رہی ہیں تو دیکھو ایک وقت میں خوف اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور یہ قضا و قدر کا خوف ہے کہ ماں نے نو مہینے تک تکلیف اُٹھائی باپ نے بھی تکلیف اُٹھائی گھر کے سارے افراد ہی کچھ نہ کچھ تکلیف ایسے حالات میں اُٹھاتے ہی ہیں۔ لیکن جس وقت ولادت کا وقت آیا اور بچہ کی آمد آمد پر سب خوش تھے کہ اچانک قضاء الٰہی سے خوف کی حالت پیدا ہوگئی۔ پس اس قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے اور اس خوف کو دور کر دیتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ پر محکم یقین پیدا کرتا ہے۔ بعض دفعہ انسان خود خدا تعالیٰ کی خاطر رضا کارانہ طور پر خوف کے سے حالات پیدا کر لیتا ہے۔ ابھی میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال دی ہے جب آپ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا تو دنیوی لحاظ سے یقیناً آپ نے اپنے لئے خوف کے سے حالات پیدا کر لئے کہ میں نے اپنے مال کا دھیلہ دھیلہ خدا کی راہ میں قربان کر دیا ہے ساتھ ہی آپ نے دعا کی کہ اے خدا تجھ پر ہی توکل رکھتے ہوئے اور تجھ پر کامل یقین رکھتے ہوئے میں نے ایسا کیا ہے میرے حالات تیرے ہاتھ میں ہیں تو انہیں درست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو دور کر دیا۔ پس بعض دفعہ انسان خوف سے ایسے حالات رضا کارانہ طور پر اپنے لئے پیدا کر لیتا ہے یا مثلاً مسلمان جنگ میں جاتے تھے اور میدان جنگ بہر حال مقام خوف و خطر ہے تو اس میں بھی ہر سہ تکالیف شامل ہیں یعنی دشمن کی پیدا کردہ تکالیف۔ قضا و قدر کی پیدا کردہ تکالیف اور رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر عائد کی جانے والی تکالیف۔

پس اس آیت میں جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہے صرف دشمنوں کی پیدا کردہ تکالیف کا ہی

ذکر نہیں بلکہ ہر سہ تکالیف کا ذکر ہے پھر آگے وہ تکالیف تین قسم کی بتائی گئی ہیں۔ایک وہ تکالیف ہیں جو باساء کی شکل میں آتی ہیں۔ایک وہ تکالیف ہیں جو ضراء کی شکل میں آتی ہیں اور ایک وہ تکالیف ہیں جو ایک زلزلہ کی شکل میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ تکالیف تم پر اس لئے نازل کرتا ہوں تا کہ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ۔(البقرہ:۲۱۵) رسول اور مومن لوگ پکار اُٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی ”حَتّٰى“ کے ایک معنی جیسا کہ تفسیر صغیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان کئے ہیں ”تا کہ“ کے ہیں یعنی یہ حالات اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ تا تم اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو اور دعائیں کرو اور خدا سے کہو کہ ہمارے سارے سہارے ٹوٹ گئے صرف ایک تیرا سہارا باقی ہے مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اب تو ہم پر رحم کر اور اپنی مدد اور اپنی نصرت ہمارے لئے آسمان سے نازل کر تب اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا اور کہتا ہے اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ فکر نہ کرو جس طرح میں تمہارے قریب ہوں اسی طرح میری مدد بھی تمہارے قریب ہے ساری طاقتوں اور ساری قدرتوں کا مالک جب ہمارے قریب ہے اور وہ اپنے قرب کا اپنے فعل کے ساتھ اظہار کرنا چاہتا ہے اور ہمیں مشاہدہ کروانا چاہتا ہے تو پھر یہ یقینی ہے کہ ہماری تکلیف دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے لئے پہنچ جائے۔پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے باساء اور ضراء اور زلزلہ میں تمہیں مبتلا کرنے کا انتظام اس لئے کیا کہ تا تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو اور جب تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان عاشقانہ التجاؤں کے نتیجہ میں تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے حسن اور اس کے احسان کی شناخت تمہارے دل میں اس کی محبت پیدا کرے گی پہلے تم عام مومن تھے اور اب تم خدا کے عاشق بن جاؤ گے اور تمہارا زندہ تعلق اپنے ربّ کے ساتھ قائم ہو جائے گا اور جب تمہارا زندہ تعلق اپنے ربّ کے ساتھ قائم ہو جائے گا تو پھر ہر خوف اور باساء اور ضراء کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنی معجزانہ نصرتوں سے تمہاری مدد کرے گا معجزانہ تائیدات اور نشانات سے تمہاری مدد کرے گا اور جب تم اس طرح اپنے زندہ خدا کی زندہ قدرتوں کو اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں زندگی پیدا ہوگی اور مضبوطی پیدا ہوگی اور جب تمہارے ایمان اس شکل اور اس رنگ میں مضبوط اور زندہ ہو جائیں گے اس وقت تم اس بات کے مستحق ہو گے کہ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کہ تم خدا تعالیٰ کی رضا کی جنت میں داخل ہو جاؤ یہ نہ سمجھنا کہ اس زندہ اور مضبوط ایمان کے بغیر جو عشق الٰہی اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا

قرب حاصل کرنے کے بعد انسان کو حاصل ہوتا ہے کوئی شخص جنت میں جا سکتا ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کیا اس کے بغیر تم جنت میں جا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں پس اپنے اندر ایک زندہ ایک مضبوط ایمان پیدا کرو اور ان راہوں کو اختیار کرو جن پر چل کر انسان اپنے ایمان کو مضبوط کرتا اور اس میں زندگی پیدا کرتا ہے اگر تم اس طرح صراط مستقیم کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں بھی داخل ہو جاؤ گے۔

رمضان کا مہینہ بھی ظاہری حالات میں سختی کا مہینہ ہے یہ ایک رضا کارانہ سختی ہے جسے ہم برداشت کرنے کے لئے (اپنے ربّ کے لئے) تیار ہو جاتے ہیں ہم دن کو بھوکے رہتے ہیں راتوں کو جاگتے ہیں سردی میں اٹھتے ہیں کوئی دو بجے اٹھتا ہے کوئی تین بجے اور کوئی چار بجے جتنی جتنی توفیق کسی کو خدا تعالیٰ دیتا ہے وہ عبادت کرتا ہے۔ بعض لوگ جو دن کے وقت محنت مزدوری کا کام کرتے ہیں وہ رات کے پہلے وقت میں نوافل ادا کرتے ہیں بہر حال رات کی سختی بھی ہے اور دن کی سختی بھی جو محنت مزدوری کرنے والے ہیں شاید آج کل انہیں کچھ بھوک بھی لگتی ہو اور اس لحاظ سے انہیں جسمانی کمزوری بھی محسوس ہوتی ہو گی اور ان کے دل میں یہ خوف بھی پیدا ہوتا ہو گا کہ کہیں ہم کسی دن مزدوری نہ کر سکیں ہم روز کماتے ہیں اور جو کماتے ہیں وہ روز کھاتے ہیں اس روز ہمارے بچے کیا کریں گے اور جو دماغی محنت کرنے والے ہیں وہ بھی روزہ میں دماغی ضعف محسوس کرتے ہوں گے کیونکہ دماغ کو پوری غذا نہیں مل رہی ہوتی اور بہت سارے دماغی کام ہیں جن میں روزہ کی وجہ سے بظاہر ہرج واقع ہو رہا ہوتا ہے لیکن انسان کہتا ہے کہ میرا دماغ بھی خدا نے مجھے دیا ہے اور جن کاموں میں میں لگا ہوا ہوں ان میں کامیابی بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے فضل کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے اس لئے میں اس تنگی کو برداشت کرتا ہوں میں خدا تعالیٰ کے لئے روزے بھی رکھوں گا اس کے لئے راتوں کو بھی جاگوں گا۔ اس کے لئے اپنے مال میں سے خرچ بھی کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں انتہائی سخاوت کیا کرتے تھے پس جو آپ کے اسوہ پر چلنے والا ہے وہ اس مہینہ میں خاموشی کے ساتھ اپنے بھائی کی عزت اور وقار کا خیال رکھتے ہوئے اپنے مال میں سے حسب توفیق اپنے بھائیوں کی جیبوں میں ڈالتا چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے بدلہ میں میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور جب میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا تو تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی معرفت اور ایمان کی مضبوطی پیدا ہو گی اور

جنت کے دروازے تمہارے لئے کھولے جائیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینے میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں عبادت قبول ہوتی اور فضل نازل ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے ہمیں بتایا ہے کہ دعاؤں کے بغیر کوئی زندگی نہیں کیونکہ دعاؤں کے بغیر انسان اپنے ربّ سے زندہ تعلق قائم نہیں کرسکتا اور جب تک اپنے ربّ سے زندہ تعلق قائم نہ ہو جائے اس وقت تک یہ زندگی کوئی رہنے کے قابل ہے؟ اگر کتوں کی طرح اگر سؤروں کی طرح، اگر بندروں کی طرح ہم نے زندگی گذارنی ہے تو بہتر یہی ہے کہ ہم یہ زندگی نہ گزاریں اور اگر ہم نے انسان کی طرح زندہ رہنا ہے تو پھر ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنا چاہئے جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور اپنے ربّ سے زندہ تعلق پیدا کرنا چاہئے اور جو تکالیف اور جو مصائب اور شدائد ہم پر ہمارے ربّ کی طرف سے اس لئے آتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہمارا تعلق بڑھے ان ابتلاؤں اور امتحانوں کے وقت میں ہمیں ثبات قدم دکھاتے ہوئے کامیاب ہونا چاہئے اور اس بات کے لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم واقعہ میں خدا کی نگاہ میں اس کے محبوب بندے بن جائیں اور وہ ہم پر اپنی نعمتوں اور فضلوں کو ہمیشہ نازل کرتا رہے (اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی اپنے فضل ہم پر نازل کرے)۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳؍دسمبر ۱۹۶۷ء)

☆......☆......☆